۱۸۸۴
سلسلہ ۱ ۹۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری

دنیا کے لیے رحمت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب

غارِ حرا میں پہلی وحی کے نزول سے پہلے انسانی زندگی کا فطری بہاؤ رکا ہوا تھا اس کے ہر دروازے پر بھاری بھاری قفل چڑھے ہوئے تھے اور وہ گویا چند مقفل دروازوں اور کچھ تالوں کا مجموعہ بنی ہوئی تھی۔

چودہ سو برس پہلے متمدن دنیا سے الگ تھلگ ایک چھوٹے سے خشک پہاڑ کے اوپر گمنام اور ظاہری اعتبار سے بے حیثیت مقام (غارِ حرا) میں دنیا کا وہ عقدۂ لاینحل حل ہوا، جو نہ بڑی بڑی حکومتوں کی راج دھانی میں حل ہو سکا، نہ عظیم درس گاہوں میں حل ہو سکا اور نہ علم و ادب کے پرشکوہ ایوانوں میں حل ہو سکا یہاں پروردگارِ عالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صورت میں عالم انسانیت پر ایک احسانِ عظیم کا دروازہ کھولا اور صدیوں کی گم شدہ کنجی پھر سے انسانیت کو مل گئی۔ یہ کنجی ہے ایمان اللہ پر، اس کے رسول ﷺ پر اور یوم آخرت پر۔ اس کنجی سے آپ ﷺ نے صدیوں کے ان بند قفلوں کو

ایک ایک گرہ کھول ڈالا جس کے نتیجے میں حیات انسانی کے ہر ہر شعبہ کے دروازے چوپٹ کھل گئے، آپؐ نے جب نبوت کی اس کنجی کو عقل کے قفل پر رکھا، تو اس کی ساری گرہیں کھل گئیں اس کی سلوٹیں اور اس کے پیچ و خم دور ہو گئے۔ اسے نشاط فکر حاصل ہو گیا اور وہ اس قابل ہو گئی کہ انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی خدا کی نشانیوں سے لطف اندوز ہو سکے۔ اس کائنات میں غور کر کے اس کے خالق کو پا سکے، کثرت کے پردوں کو چیر کر وحدت کا جلوہ دیکھ سکے اور شرک و بت پرستی اوہام و خرافات کی لغویت کو سمجھ سکے۔

اس کنجی سے آپؐ نے انسان کے ضمیر کا قفل کھولا، سویا ہوا ضمیر جاگ اٹھا اور اس کے مردہ شعور و احساس میں حرکت اور زندگی پیدا ہوئی ضمیر کی روک تھام سے آزاد ہو کر نفس انسانی جو صدیوں سے نفس امارہ بنا ہوا تھا اب وہی نفس مطمئنہ بن گیا جس کے بعد اس میں کسی باطل کے گھسنے کی گنجائش نہ رہی اور گناہ اس کے لیے ناقابل برداشت ہو گیا۔ اس حد تک کہ گناہ گار آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر از خود اپنے گناہ کا اظہار و اقرار کر کے اپنے لیے سخت ترین سزا کی درخواست کرتا ہے ایک گناہ گار عورت اپنے لیے سنگ ساری کی سزا کی درخواست کرتی ہے۔ حضور عذر شرعی کی وجہ سے سزا کو کچھ دن کے لیے مؤخر فرماتے ہیں وہ اپنے دیہات کو واپس چلی جاتی ہے نہ اس کی نگرانی کے لیے پولیس، سی آئی ڈی متعین ہے۔ نہ مجرمہ کو وقت پر حاضر کرنے کے لیے پولیس متعین ہے۔ لیکن بروقت پھر مدینہ میں پہنچتی ہے اور خود کو اس سزا کے لیے بخوشی اور باصرار

پیش کرتی ہے ۔ جو یقیناً قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (یعنی سنگ ساری) فتح ایران کے وقت ایک غریب فوجی کے ہاتھ کسریٰ کا زرّین تاج آتا ہے۔ وہ اس کو کپڑوں میں چھپا لیتا ہے اور خفیہ طور سے اپنے امیر کی خدمت میں لے جاکر پیش کر دیتا ہے تاکہ ادائے امانت تو ہو لیکن امانت باری کی نمائش نہ ہو۔

انسانوں کے وہ دل جو اس طرح مقفّل پڑے ہوئے تھے کہ ان میں عبرت پذیری تھی، نہ خوف خدا تھا اور نہ رقت اور نرمی تھی یہ کنجی جب ان دلوں پر لگائی گئی تو یکسر کایا پلٹتی ہوئی نظر آئی ۔ اب وہ خدا کے خوف سے ہر دم لرزاں و ترساں تھے ۔ حوادث و واقعات سے عبرت حاصل کرتے تھے۔ انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی نشانیوں کا وجود اب ان کے لیے نفع بخش تھا مظلوموں کا حال زار دیکھ کر تڑپ جاتے تھے اور غریبوں اور بے کسوں کے ساتھ نفرت و حقارت کا برتاؤ کرنے کے بجائے ۔ محبت و شفقت کا برتاؤ کرنے لگے ۔ اسی طرح نبوت کی اس کنجی نے جب انسانوں کی ان فطری صلاحیتوں اور قوتوں کو چھوڑا جو عرصہ سے ٹھٹھری پڑی تھیں اور نفع بخش ہونے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہو رہی تھیں، تو وہ شعلوں کی طرح بھڑک اٹھیں اور سیلاب کی طرح موجیں مارتی ہوئی اُبل پڑیں اور صحیح رُخ پر لگ گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صلاحیتوں کے ابھرنے کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے جو لوگ بکریوں کی گلّہ بانی میں ضائع ہو رہے تھے، وہ اب بہترین طور سے قوموں کی نگہبانی اور عالم کی فرماں روائی کی نازک ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہونے

لگے اور جو شخص کل تک صرف کسی قبیلے کا یا ایک شہر کا نامور شہسوار شمار کیا جاتا تھا، وہ اب بڑی بڑی سلطنتوں اور ایسے ایسے ملکوں کا فاتح ثابت ہوا جو قوت و شوکت میں یکتا تھا۔

اس کنجی سے آپ نے درس گاہوں کے قفل کھولے اور ان میں از سر نو چہل پہل اور رونق پیدا کی، حالانکہ علم کی کساد بازاری اور معلمین کی کسمپرسی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ نہ معلم کو دلچسپی رہی تھی اور نہ متعلمین کو۔ آپؐ نے علم کی قدر و قیمت یاد دلائی، اہل علم کا مرتبہ یاد دلایا اور علم و دین کا باہمی تعلق سمجھایا چنانچہ لوگ درس گاہوں کی ترقی کے لیے دامے درمے قدمے کوشاں ہو گئے مسلمان کا ہر گھر اور ہر مسجد بجائے خود ایک مدرسہ بن گئی، ہر مسلمان اپنے حق میں متعلم اور دوسرے کے حق میں معلم بن گیا، کیوں کہ ان کا دین ہی خود طلب علم کے لیے سب سے بڑا محرک تھا۔

آپ نے اسی کنجی سے عدالت کا تعطل ختم کیا۔ اب ہر قانون دان اس قابل تھا کہ اس پر ایک منصف جج کی حیثیت سے اعتماد کیا جا سکے اور ہر مسلمان حاکم اعلیٰ درجہ کا منصف شعار حاکم تھا۔ اور یہ سچّے مسلمان سب کے سب محض اللہ کے لیے سچّی شہادتیں دینے والے تھے جب اللہ اور آخرت کے حساب و کتاب پر ایمان استوار ہوا، تو عدل و انصاف کی فراوانی ہوئی، بے انصافیاں اور بد معاملگیاں کم سے کم تر ہو گئیں، اور جھوٹی شہادتیں اور ظالمانہ فیصلے ناپید ہو گئے خاندانی معاملات جو اس قدر ابتر ہو گئے تھے کہ باپ بیٹے کے درمیان، بھائی بھائی کے درمیان،

شوہر اور بیوی کے درمیان کشاکش اور چھین جھپٹ کا میدان گرم تھا پھر یہ علیسائی خاندانوں کے محدود میدان سے نکل کر معاشرے کے وسیع میدان میں بھی پہنچ گئی تھی یہی کشاکش نوکر اور مالک کے تعلقات میں بھی برپا تھی ہر ایک کا یہ حال تھا کہ اپنا حق کسی طرح بھی چھوڑنا نہ چاہتا تھا اور دوسرے کا حق کسی طرح دینا نہ چاہتا تھا۔ خود اگر کوئی چیز خریدتا، ناپ تول میں ذرا ذرا سی اونچ نیچ پر باریک بینی سے نظر رکھتا، لیکن اگر دوسرے کے ہاتھ بیچتا تو کم سے ناپنے اور تولنے میں پوری پوری مہارت بہم پہنچاتا ہے۔ آپؐ نے اسی خاندانی او معاشرتی نظام کے عقدوں کا حل بھی اسی کنجی سے کیا خاندان اور معاشرے میں ایمان کا بیج بویا۔

آپؐ نے خاندان اور معاشرے کے افراد میں سے ہر ایک پر کچھ ذمہ داریاں ڈالیں۔ اسی طرح از سرِ نو خاندانی نظام کو بھی عدل، محبت اور راستی کی بنیادوں پر قائم فرمایا اور معاشرے کو بھی اعلیٰ درجے کا عدل شعار بنایا۔ معاشرے کے ہر ہر عضو میں امانت داری کا ایسا گہرا شعور اور خدا ترستی کا ایسا شدید احساس بیدار کر دیا کہ اس معاشرے کے اُمراء اور عہدیداران تک پرہیزگاری اور سادہ زندگی کے نمونے بن گئے۔ قوم کے سردار اپنے تئیں قوم کے خادم سمجھنے لگے، والیان سلطنت اپنی حیثیت یتیموں کے سرپرست سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے کہ اگر اپنی ذاتی ملکیت کچھ ہے تو سلطنت کے مال و دولت سے کچھ مطلب نہیں، اگر نہیں ہے تو بقدر ضرورت لینے پر قناعت ہے۔ اسی ایمان کی بدولت آپؐ نے دولت مندوں اور تاجروں میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے دلچسپی پیدا کی۔ انھیں بتلایا کہ مال اصل

میں اللہ کا ہے تمھیں اس نے اس تصرّف میں اپنا نائب بنایا ہے۔

"اور خرچ کرو اس (مال و دولت) میں سے جس میں اللہ نے
تمھیں اپنا نائب بنایا ہے اور دو ان کو (ضرورت مندوں
کو) اس مال میں سے جو اللہ نے تمھیں دے رکھا ہے۔"

"اور وہ لوگ جو سونا چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ
میں خرچ نہیں کرتے، آپ انھیں بشارت دے دیجئے
دردناک عذاب کی اس دن جب کہ ان کے خزانوں کو دوزخ
کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں
کروٹیں اور پشتیں داغی جائیں گی۔ لو! یہ ہے تمھارا جمع
کیا ہوا اب چکھو اس کا مزہ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغام اور اپنی دعوت کے ذریعہ سے جس فرد کو تیار کر کے کارگہ حیات میں اتارا تھا وہ اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا، نیک خوئی کو پسند کرنے والا، اللہ کے خوف سے ڈرنے والا، امانت کا پاس کرنے والا، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادہ کو حقیر سمجھنے والا اور اپنی روحانیت سے مادیت پر غالب آنے والا تھا۔ وہ اس بات پر دل سے یقین رکھتا تھا کہ دنیا تو میرے لیے بنائی گئی ہے، لیکن میں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہوں، پس یہ فرد اگر تجارت کے میدان میں اترتا تو نہایت سچا اور ایماندار ثابت ہوتا۔ اگر مزدوری کا پیشہ اختیار کرتا تو نہایت محنتی اور ایماندار اور بہی خواہ مزدور ثابت ہوتا۔ اگر مالدار ہو جاتا، تو ایک رحم دل اور

فیاض دولت ثابت ہوتا، اگر غریب ہوتا تو شرافت کو قائم رکھتے ہوئے مصیبتوں کو جھیلتا، اگر کرسی عدالت پر بٹھا دیا جاتا تو نہایت سمجھ دار منصف جج ثابت ہوتا۔ اگر صاحب سلطنت ہوتا تو ایک مخلص اور بے غرض حکمراں ثابت ہوتا اگر آقا ہوتا تو رحم وم اور منکسر المزاج آقا ہوتا، اگر نوکر ہوتا تو نہایت چست اور فرماں بردار نوکر ہوتا تو نہایت اگر قوم کا مال و دولت اس کی تحویل میں آجاتا، تو حیرت انگیز بیداری اور باخبری سے اس کی نگرانی کرتا۔

یہ تھیں وہ اینٹیں جن سے اسلامی سوسائٹی کی تعمیر کی گئی اور جن پر اسلامی حکومت کی عمارت کھڑی کی گئی، اسی بنا، پر یہ سوسائٹی اور حکومت بڑے پیمانے پر افراد کے اخلاق کی نفسیات اور ان کے طرز حیات کی مظہر تھی افراد میں جو چیزیں تھیں وہ سب کی سب معاشرے میں جمع ہو گئیں تھیں اس کے تاجر کی سچائی اور دیانت داری اس میں تھی اس کے غریب کی خودداری اور مشقت کوشی اس میں تھی اس کے مزدور کی محنت کشی اور بہی خواہی اس میں تھی اس کے دولت مند کی فیاضی اور غم خواری اس میں تھی اس کے جج کی فراست اور عدالت اس میں تھی، اس کے حکمرانوں کا خلوص اور دیانت داری اس میں تھی اس کے آقا کا انکسار اور رحم دلی اس میں تھی اس کے خادم کی جفا کشی اور چستی اس میں تھی اور اس کے خزانچی کی نگرانی اور بے داری بھی اس میں تھی اسلامی سوسائٹی جس طرح اپنے افراد کی خوبیوں کی مظہر

اہم تھی، اسی طرح اسلامی حکومت بھی تمام خوبیوں کی جامع بلکہ ان کا قومی محرک بن گئی تھی۔ یہ حکومت راست رو تھی۔ عقیدوں اور اصولوں کو منافع اور مصالح پر ترجیح دیتی تھی۔ عوام کو لوٹنے کے بجائے ان کے اخلاق وعقائد کو بنانے اور سنوارنے کی دل سوزی سے کوشش کرتی تھی سوسائٹی اور حکومت کے اثرات کا نتیجہ یہ تھا کہ انفرادی اور اجتماعی پرائیویٹ اور پبلک زندگی کا ہر گوشہ ایمان وعمل، صدق خلوص، محنت و کوشش اور عدل وانصاف سے سجا ہوا اور ان سدا بہار پھولوں کی خوشبو سے مہکا ہوا تھا۔

بشکریہ

روزنامہ جنگ کراچی ۳۱ ر اگست ۱۹۹۳ء

القادر پرنٹنگ پریس فون : ۷۷۳۳۷۳۸